نوید علی خان
پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر شعبہ اردو جامعہ پشاور
ڈاکٹر بادشاہ منیر بخاری
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو جامعہ پشاور

خیبر پختون خوا کے اُردو افسانہ نگاروں کے ہاں ترقی پسندانہ عناصر ورجحانات کا مطالعہ

Naveed Ali Khan
Ph.D Scholar Deptt of Urdu University of Peshawar.
Dr. Badshah Munir Bukhari
Associate Professor University of Peshawar

Study of Progressive Elements and Trends in Urdu Fiction Writers of Khyber Pakhtunkhwa

Urdu fiction has been written in Khyber Pakhtunkhwa since the beginning of 20th century, when the progressive movement started. The problems of this region were different from other parts of India and the exploitative class here was not the same as in the rest of the world so the progressive resistance of this region was slightly different. Humanitarian, Socio-Economic Political Exploitation has been a leading interest of progressives in literature. This research paper analyzes the trends and developments that have been expressed by fiction writers.

Keywords: *progressive movement, fiction, Urdu, literature, trends, resistance.*

ادب انسانی زندگی کے تغیرات کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے پرانے طور طریقوں میں نئی جان ڈالنا انسان اورانسانی ادب کا نتیجہ رہا ادب کا انسان سے رشتہ بہت پرانا ہے ادب بھی بطور تحریک انسانی معاشرے کی جامد فضا کی بدبو کو ختم کرنے کے لیے وجود میں آتا ہے اور ادب سماج کے ٹھہرے ہوئے پانی میں حرکت پیدا کر دیتا ہے۔ انور سدید لکھتے ہیں:

> "ادبی تحریک فی الاصل ادب کے جمود کو توڑنے اور اس کی کہنگی کو زائل کر کے تنوع اور نیرنگی پیدا کرنے کا عمل ہے"۔ (۱)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ادب میں انسانیت اور انسان دوستی کی بحث بہت پرانی ہے کہ ادب زندگی کی قدروں سے اٹوٹ رشتہ رکھتا ہے۔ سماجی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی استحصال ادب کی شعری و نثری اصناف کا اہم موضوع رہا ہے۔ ترقی پسند ادیبوں اور شعرا نے مزدوروں، کسانوں اور محنت کشوں کے استحصال اور اُن کے حقوق کو کماحقہ اپنی تحریروں میں واضح کیا ہے اور طاقتور اور حکمراں طبقے کی جگہ جگہ مذمت کی گئی ہے ادب میں مختلف تحاریک سامنے آتی رہی ہیں چاہے وہ دنیا کا جو بھی ادب رہا تحریکوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اُردو ادب بھی مختلف تحریکوں سے لبریز ہے۔ ان تحریکوں میں سے ایک ترقی پسند تحریک ہے۔ ترقی پسند تحریک ۲۰ ویں صدی کے اُفق کے مطلع پر سیاسی، سماجی اور عالمی تبدیلیوں کے باعث ظہور میں آیا۔ یہ تبدیلیاں عالمی سطح پر ہونے کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے طول و عرض میں بھی نمایاں ہونے لگیں۔ پہلی جنگ عظیم نے ہندوستان کے عام فرد کو بے بسی، عدم تحفظ، غربت و افلاس اور سماجی اقدار کی شکست و ریخت کا سامنا کرنے پر مجبور کیا تو وہیں روسی انقلاب نے غریب اور کچلے عوام کی آنکھیں کھولتے ہوئے اُنہیں زندگی کے شب و روز میں شریک ہونے کی صلاحیت بڑھائی۔ اُردو زبان و ادب بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی، اس لیے تو اس ادب میں معاشرے کی سچی تصویر کشی کے رویے نے تقویت پائی۔ سر سید احمد خان اور پریم چند کے ہاں ہمیں ترقی پسندی کے ابتدائی آثار دکھائی دیتے ہیں۔ پریم چند رومان سے ہوتا ہوا حقیقت پسندی سے ترقی پسندی کو اپنا منشور بنا لیتے ہیں۔۔ پریم چند کی حقیقت نگاری ترقی پسند افسانہ لکھنے کا آغاز تھا جس کے تحت بعد میں آنے والوں نے ترقی پسند افسانے لکھے جو زندگی کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ انقلاب کا باعث بھی کچھ حد تک بنے۔ یہ تحریک ایک توانا تحریک تھی جس نے ہندوستان کے اُردو ادب کے تمام ادیبوں کو متاثر کیا۔ خیبر پختون خوا کے اُردو افسانہ نگار بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے۔ اس خطے کے افسانہ نگار بھی ملک کے معاشی حالات پر کڑی اور گہری نگاہ رکھتے ہیں۔

فارغ بخاری ایک انقلابی اور حریت پسند انہ طبیعت کے مالک تھے۔ آپ نے تحریک آزادی اور قیامِ پاکستان کے بعد جمہوریت اور اِظہار آزادی کے لیے جدوجہد کی اور اِس سلسلے میں کئی بار قید و بند کے مسائل سے دوچار بھی ہوئے۔ خیبر پختونخوا کے ترقی پسند افسانہ نگار ملک راج آنند ترقی پسند تحریک کے بانیوں میں سے تھے۔ ملک راج آنند اردو اور انگریزی دونوں میں لکھتے رہے۔ ''فطرت کا پھول'' اور ''مرغزار'' لکھ کر آپ نے ترقی پسند افسانے لکھنے کا فارمولہ وضع کیا۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"ڈاکٹر ملک راج آنند ترقی پسند تحریک کے نظریہ ساز فارمولسٹ افسانہ نگار تھے اور یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ اُنہوں نے ترقی پسند افسانے تراشنے میں پہل کی۔ ایک ایسا افسانہ جو ترقی پسند مینی فسٹو کے عین مطابق اور جس کے ذریعے طبقاتی شعور کو اُجاگر کیا جا سکے"۔ (۲)

ملک راج آنند نے ترقی پسند نظریات کے پرچار میں طبقاتی فرق سے پیدا ہونے والی سماجی ناہمواریوں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی۔ آپ کی حقیقت پسندی کا مقصد عوام الناس میں سماجی اور طبقاتی شعور پیدا کر کے ادب کو عوامی مسائل کا آئینہ دار بنانا ہے۔ ملک راج آنند نے انگریز استعمار کے خلاف لکھا۔

خیبر پختون خوا کے اُردو افسانے میں محمد احسن نے بہت زیادہ افسانے لکھے جس میں رزمیہ انداز ملتا ہے۔ آپ نے بھی ہندوستان کی تقسیم کے اثرات کے تحت افسانے لکھے۔ افسانہ "او جانے والے" میں تقسیم کے بعد پیدا ہونے والے حالات و واقعات کی عکاسی ملتی ہے۔ محمد احسن نے اپنے افسانوں میں سیاسی حالات کو بدل کر اِنقلاب لانا چاہا۔ خاطر غزنوی کے افسانوں کا موضوع طبقاتی تفاوت اور معاشرتی مسائل ہیں۔ خاطر غزنوی ترقی پسند نظریات سے متاثر ہو کر افسانے لکھتے رہے۔

رضا ہمدانی نے عوامی کہانیاں لکھی جس میں اُس نے محنت کش طبقے کی زندگی کی ترجمانی کی۔ اس کے علاوہ آپ نے سرمایہ دارانہ نظام اور انگریز سامراج کے خلاف پختونوں کی جدوجہد کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔

مرزا رضا حسین ہمدانی کے افسانوں میں زیادہ تر حقائق کے ساتھ نئی فِکر اور جدید رُجحانات کا اِمتزاج ملتا ہے۔ اِس کے علاوہ آپ کے افسانوں میں مقامی ثقافت کا پرچار، غیرت، خودی، آزادی، محبت اور واعظانہ رنگ ملتا ہے۔ آپ کی کہانیوں کے پلاٹ مربوط ہیں اور اُن میں واقعات نہایت ترتیب سے بیان ہوئے ہیں۔ فضل مالک کے افسانوں میں کرشن چندر جیسی خصوصیات ملتی ہیں۔

فضل مالک کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اُن کے افسانوں میں کرشن چندر کی قلمی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اگر بات یہ ٹھیک ہے تو پھر فضل مالک ترقی پسند افسانہ نگاروں میں شمار کیے جائیں گے کیوں کہ کرشن چندر نے اُردو اور ترقی پسند افسانے کو بہت کچھ دیا۔

فہمیدہ اختر ترقی پسند تحریک سے متاثر ہونے کے سبب کبھی کبھار اپنے افسانوں میں بندۂ مزدور کے اوقات کو بھی بیان کرتی ہیں۔

احمد پراچہ آپ کی افسانہ نگاری کے متعلق لکھتے ہیں:

"وہ طبقۂ نسواں کی باشعور ترقی پسند ایک بڑی کہانی نویس تھیں۔ وہ روشن خیال افسانہ نگار تھیں اُس میں لکھنے کی بے پناہ قوت تھی۔ نئے رُجحانات، نئے ادب، ترقی پسند اقدار اور جدید ادبی تقاضوں پر اُن کی گہری نظر تھی"۔ (۳)

آپ نے افسانہ نگاری میں ترقی پسند مقاصد کو پیشِ نظر رکھا اور طبقاتی شعور کو بیدار کیا نیز خیبر پختونخوا میں ترقی پسند افسانے کو مضبوط بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

سحر یوسفزئی کے افسانوں میں اِشتراکیت پائی جاتی ہے۔ اُنہوں نے زندگی کے بُنیادی مسائل کو افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ سحر یوسفزئی کی سوچ ترقی پسندانہ ہے۔ ان کے یہاں کارل مارکس کے نظریے کے اثرات نظر آتے ہیں اور اس لیے تو اُن کے افسانوں میں پختون معاشرے میں معاشی مساوات پیدا کرنے کا رجحان زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ آپ کی کہانیوں میں انسانی فلاح و بہبود کا نظریہ کار فرما دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے ان نظریات کا عکس ایک "بالشت زمین"، "کمبل"، "اندھیر کا بیٹا" اور "سبزہ اور چنار" میں ملتا ہے۔ انسانی استحصال، فرقہ پرستی، نسلی تعصب اور توہم پرستی پر اُن کے کئی افسانے منظرِ عام پر آئے۔ معاشرتی اور سماجی جبر کے ساتھ ساتھ جنسی جبر پر مبنی حوالے بھی آپ کے افسانوں میں ملتے ہیں۔ افسانہ "سبزہ اور چنار" میں فاقہ کش انسان ظالم اِنسانوں ہی کے جبر کا شکار ہے۔ انسان کے انسان پر ظلم کی سفاک حقیقت نگاری آپ نے "اندھیرے کا بیٹا" اور "سبزہ اور چنار" میں کی ہے۔ سحر یوسفزئی کو دِن رات محنت کرنے والوں کے ساتھ بڑی ہمدردی ہے اور خاص طور پر ان کاشت کاروں کے ساتھ جس کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر بڑے لوگ اور خوانین ان کا استحصال کرتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر اعجاز راہی نے طبقاتی تفریق کے پیدا کردہ اِنتشار، غربت اور اِنسان کی بے بسی اور محرومیوں کی تصویر کو علامتی انداز میں پیش کیا ہے۔

احمد پراچہ ترقی پسند ادیب ہیں اس لیے زیادہ تر آپ کے افسانوں میں ترقی پسند رجحانات پائے جاتے ہیں۔ کہانیوں میں دیہاتی زندگی کے ماحول اور مسائل کی بھی خوب عکاسی کی ہے۔ احمد پراچہ شروع ہی سے ترقی پسند اہل قلم کی تحریریں پڑھنے لگے تھے اس طرح اُس کے ذہن میں ترقی پسند نظریات جگہ پانے لگے تھے۔ آپ کے افسانوں میں ترقی پسند خیالات کی جھلک موجود ہے۔ افسانوی مجموعہ "جاگتی کلیاں" میں شامل افسانوں میں اسی دھرتی کی باسی اور بسنے والوں کی سماجی معاشی اور معاشرتی صورت حال کی عکاسی ملتی ہے۔ انور خواجہ جدید افسانہ نگاروں میں ترقی پسند افسانہ لکھنے والوں میں سے ایک بڑا نام ہے۔ آپ کے افسانوں کے کردار کسی مذہب یا سماج کے پابند نہیں اور

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

آسائش حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں جس کے لیے وہ ہر جائز اور ناجائز راہ اختیار کرتے ہیں۔ آپ نے کہانیوں کے ذریعے موجودہ نظام کے نقائص کو اُجاگر کیا ہے۔ آپ نے معاشرے کی جامد قدروں کی نفی کرتے ہوئے حقیقت نگاری کی طرف سفر کیا ہے اور بڑی بے باکی سے معاشرتی اقدار کے پردے چاک کیے ہیں۔ افسانوی مجموعے ''ناشناس'' کی کہانیوں میں زیادہ تر زندگی کے حسن کو الفاظ کے ذریعے بیان کیا۔ آپ نے معاشرتی اقدار سے بغاوت اِختیار کی ہے اور رومانیت سے حقیقت کی طرف جاتے ہوئے اوبے باکانہ اندازِ تحریر اختیار کیا ہے۔

انور خواجہ اپنے زمانے کے سماجی بندھنوں سے بیزار ہیں۔ آپ کے افسانوں کے کردار زیادہ تر اعصابی تناؤ اور ذہنی کش مکش کا شکار ہو کر معاشرتی قدغنوں کے خلاف نظر آتے ہیں جو سماج کے سخت قوانین کے تحت زندگی نہیں گزارتے۔ آپ کے افسانوں کے کردار مذہب اور سماج کے پابند نہیں۔ آپ اُردو ادب کے ایسے افسانہ نگار ہیں جس نے ذو معنی اور چھوٹے چھوٹے جملوں اور لذت سے بھرپور رنگ اُچھالنے والے رس دار اُسلوب سے اُردو افسانے کا دامن بھر دیا ہے۔ ترقی پسندانہ ذہنیت ہونے کے ناطے انور خواجہ نے معاشرے میں ہونے والے ظلم، منافقت، بے ایمانی، غریبوں کے استحصال، جنسی استحصال، معاشرے کی استبدادی قوتوں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا ہے۔ آپ نے معاشرے کے منافق لوگوں کی نشان دہی کی جو شرافت کا لبادہ پہن کر شیطانی ذہن سے دولت کی لوٹ کھسوٹ اور دوسرے گھناونے اعمال سے فطرت کی تباہی اور غریبوں کا استحصال کرتے ہیں۔ انور خواجہ غریب لوگوں کے دکھ درد پر کڑھتا ہے اور ان پر ڈھائے جانے والے ظلم کے خلاف قلم سے لڑتے ہیں اور خاص طور پر پہاڑی علاقوں کے غریبوں کے مددگار اور حامی نظر آتے ہیں۔ اُن لوگوں کے زندگی کسمپرسی اور مشکلات سے لبریز ہوتی ہے۔ آپ اپنی کہانیوں میں ہزارہ کے پسماندہ علاقوں کی ترجمانی کرتے ہیں وہاں کے اپنے طرف سے بنائے گئے ظلم پر مبنی معاشرتی نظام، جبر و استحصال، طبقاتی کشمکش، اور ظالمانہ نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔ آپ نے ان علاقوں میں جانوروں اور انسانوں کے ساتھ ناانصافیوں کو موضوع بنایا ہے۔ آپ ان ظلم و زیادتیوں کی بجائے محبت انسان دوستی، سماجی برائیوں کی سدباب، دولت کا مساویانہ تقسیم اور انسان کے حقوق کی پاسداری چاہتے ہیں کیوں کہ انور خواجہ نے بہت قریب سے ان غربت زدہ لوگوں کی زندگیوں کو دیکھا ہے۔ ان لوگوں کا سب سے بڑا مسئلہ بھوک ہے اور اس بھوک کو ختم کرنے کے لیے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ پہاڑوں کے جنگلات سے شہد اکٹھا کرنا اور دوسرے کام محنت سے کرتے ہیں لیکن وہاں کے جابرانہ نظام سے اُن کی بھوک ختم نہیں ہوتی وہ اس لیے کہ ظالم ملک، خان اور گاؤں کے بادشاہ ان سے کمایا ہوا نوالہ مختلف حیلوں، بہانوں اور ریشہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دوانیوں سے چھین لیتے ہیں۔ انور خواجہ نے ان پہاڑوں اور گلیات کے لوگوں کے نظام زندگی کو قریب سے دیکھا ہے۔ اُنہوں نے جھونپڑیوں میں ان غریب لوگوں کی زندگی کا مشاہدہ کیا ہے جن کے گھاس پھوس کے گھروں میں روشنی پیدا کرنے والے چراغ تیل کی کمی کے باعث سرشام ہی بجھ جاتے ہیں۔ جن کے معصوم خواہشات اور آرزوئیں غربت اور افلاس کی وجہ سے زندگی بھرپوری نہیں ہوتی۔ ان غریب لوگوں کا ان کی بے بسی اور مفلسی کی وجہ سے کوئی بھی ہمدرد اور مددگار نہیں ہوتا۔ ناانصافی کی انتہا تب ہوتی ہے جب ملک اور خوانین ان لوگوں کی زندگی گزارنے والے ذرائع کا استحصال کرتے ہوئے ان کو بھی ختم کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ انور خواجہ نے اپنی کہانیوں میں اس نظام کے خلاف آواز اُٹھائی ہے ان ظلم کے شیطانوں کی وجہ سے غریبوں کی زندگی کتنی مشکلات سے دوچار ہوتی ہے انور خواجہ نے اس کو موضوع بنایا ہے اس نظام کی تمام قباحتوں کو سمجھ کر ان ظالموں کے گھناؤنے اعمال کو بے باکی سے بیان کیا ہے کیونکہ آپ ان علاقوں کی پسماندگی دور کرنے اور ترقی کے خواہاں ہیں فارغ بخاری رقم طراز ہیں کہ:

> "انور خواجہ کا نام افسانوی ادب کی دنیا میں برصغیر پاک وہند کے ادبی حلقوں میں تعارف کا محتاج نہیں۔ پاکستان بننے کے بعد نئی نسل کے جدید ترقی پسند افسانہ نگاروں میں اُس کی شوخ وشنگ قلم پیٹ کی بھوک اور جنسی بھوک پر اپنی عریاں حقیقت نگاری اور تیکھے اسلوب سے اپنی پہچان کرائی ہے اور قاری کے ذہنوں پر اپنی تحریروں کے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو ناقابل فراموش ہیں"۔ (۴)

انقلاب کا موضوع بھی انور خواجہ کا پسندیدہ ہے۔ افسانہ "الفتح" میں انور خواجہ انقلاب لانے کے لیے پیغام دیتے ہیں کہ فرسودہ روایات اور نظام کا خاتمہ کیا جائے۔ ملک کے چھوٹے بڑے نوجوان آپس میں یک جہتی اور اتفاق سے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے استبداد کو ختم کریں۔ بوسیدہ اور فرسودہ نظام کو نیست ونابود کریں ملک میں مساویانہ معاشی نظام قائم کیا جائے دولت مندوں سے دولت لے کر غریبوں میں تقسیم کی جائے ظالمانہ نظام کا توڑ کیا جائے اور معاشرے میں اُخوت اور بھائی چارے کو فروغ دیا جائے تاکہ معاشرہ امن کا گہوارہ ہو اور ملک میں خوشحالی اور سکون ہو۔ افسانہ نگار اپنے افسانوں "حرام حور"، "روشنی"، "لگڑبگا" اور "الفتح" میں بڑی عمدگی کے ساتھ ترقی پسند رجحانات اور خیالات کی عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

شمیم فضل خالق ترقی پسند سوچ کی حامل افسانہ نگار ہیں۔ آپ کے دو افسانوی مجموعے ہیں۔"بدلتے موسموں کے رنگ"اور اندھیرے میں جگنو"کے افسانوں میں آپ نے اپنے قلم سے سماج کو نیکی ، صبر و تحمل ، عفو درگزر اور چشم پوشی میں تبدیل کرنے اورانسانیت کا ساتھ دینے کا پیغام دیتی ہے۔پشتون معاشرے میں دولت کی غیر مساویانہ تقسیم پر اُن کے قلم سے مخالفت کی کہانیاں ٹپکتی ہے۔ افسانہ " سراب " میں مصنفہ نے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دولت کی غیر مساویانہ تقسیم کی وجہ سے طبقاتی تضاد جنم لیتا ہے یہ طبقاتی تفریق بعض اوقات معاشرے میں بڑے تضاد کے پیدا کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔ افسانہ نگار نے اپنی کہانیوں سے سماج میں عورتوں کے حقوق کے لیے توانا آواز اُٹھائی ہے۔ آپ پشتون معاشرے کی بہت سی روایات پر تنقید کرتی ہیں "سراب "،"جدائی کی دیوار"،"عزت نفس"، "چاند"،"عطاسزا"،"وسعت صحرائے دل"،اور "پیاسے خواب" ترقی پسند رجحانات پر مبنی افسانے ہیں۔

افسانہ نگار قیوم مروت نے سماج کے سادہ لوح اور غریب عوام پر استبدادی حکمرانی کے ظلم و ستم اور جبر ،منافقت اور ناانصافی کو موضوع بنایاہے۔ افسانہ نگار نے کہانیوں میں معاشی بگاڑ، غریبوں کی کسمپرسی اور معاشی عدم مساوات کو موضوع بنایاہے۔ افسانہ نگار نے زیادہ تر کہانیوں میں غریب عوام کی زندگیوں کو موضوع بنایاہے جس سے اُن کا مقصد معاشرتی رواداری کو فروغ دے کر قائم کرناہے۔ آپ نے افسانوں "بر"،"نیلام گھر"،"آرٹ گیلری"،"بھائی"،"علاج"اور "چار آنسو"میں سماج کے استحصالی طبقوں کے ظالمانہ نظام اور اثر ورسوخ کے خلاف مزاحمتی اور انقلابانہ نظریات کا پرچار کیاہے۔

عادل سعید قریشی کے افسانے بھی ترقی پسندانہ نظریات کے حوالے سے عمدہ افسانوں میں شمار کیے جاسکتے ہیں۔ اس حوالے سے نمائندہ افسانوں میں" معصومہ "،" شب زفاف "،"حرام جنا"،"نواں شہر"اور" ڈائن" شامل ہیں۔ ان افسانوں میں افسانہ نگار نے پرانے اور فرسودہ طریقوں کے ذریعے معاشرے کے سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنانے اور اُن کو لوٹنے والے سماج کے غدار لوگوں کو بے نقاب کرکے اُن کے خلاف انقلاب اُٹھانے کا نعرہ لگایاہے۔

محبت خان بنگش کے افسانوں میں بھی ترقی پسندانہ رجحانات اور نظریات کی عکاسی بڑی عمدگی کے ساتھ ملتی ہے۔اس حوالے سے نمائندہ افسانوں میں "غم زندگی کا یارب"،"شادی سے پہلے"، اور "راکھ کا ڈھیر" شامل ہے۔ ان افسانوں میں محبت خان بنگش نے بڑے اچھے اور حقیقی انداز میں سرمایہ دار اور صنعت کار طبقے کے استحصال

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کو الفاظ کی صورت میں بیان کیا ہے۔ محبت خان بنگش نے عام آدمی کے مسائل اور اس کے محرکات کو واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ آپ کا انداز واعظانہ اور اصلاحانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی پسندانہ رجحانات کی عکاسی بعض اوقات بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے جس سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں۔ افسانہ نگار نے افسانوں "غم زندگی کا یا رب"، شادی سے پہلے "اور "راکھ کا ڈھیر" میں موجودہ نظام سیاست اور معیشت پر کڑی تنقید کرتے ہیں:

> "یہ نظام امیروں، سرداروں اور سرمایہ داروں نے اپنے لیے بنایا ہے یہاں غریبوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں غریب، غریب سے غریب تر ہوتا جائے گا۔ وہ اپنی زندگی میں کبھی اچھے دن نہیں دیکھ پائے گا جب تک تمام بے بس اور غریب عوام مل کر اس نظام کو ملیامیٹ نہیں کریں گے ہمارے شب وروز کبھی تبدیل نہیں ہوسکتے"۔ (۵)

آپ نے افسانوں میں ترقی پسند ادب کے منشور کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے غریبوں کی حمایت اور جہاں جہاں انسان اور انسانیت پہ ظلم وستم ہورہا ہو اُس کے خلاف نعرہ بلند کیا ہے۔

منیر احمد فردوس کے افسانوی مجموعے "سناٹوں کا شہر" میں زیادہ تر افسانے ترقی پسندانہ موضوعات پر ہیں۔ آپ نے معاشرے میں موجود انسانی رویوں، معاشرتی ناہمواریوں، اور طبقاتی کشمکش کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ ایسے لوگ جو منافقانہ سوچ رکھتے ہیں اور صرف اپنے مفاد کے لیے ہی سب کچھ کرتے ہیں غریب اور مفلس لوگوں کی اُنہیں کوئی فکر نہیں ہوتی۔ افسانہ نگار نے ان لوگوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ بااثر لوگ نچلے طبقے کے ساتھ ناانصافی کرتے چلے جارہے ہیں۔ افسانہ نگار نے ایسے لوگوں کے خلاف آواز بلند کی کیوں کہ ان غریب لوگوں کی اُنہیں کوئی فکر نہیں ہوتی۔ غریب لوگوں کی بھی خواہشات ہوتی ہیں وہ بھی آرام وسکون کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ افسانہ نگار نے اپنی کہانیوں میں بے باکی سے ان موضوعات کو پیش کیا ہے۔ آپ نے انسانی زندگی اور معاشرے کے چھوٹے چھوٹے دکھوں اور المیوں کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ پسماندہ طبقے کے عوام کے مسائل کا گہرا مشاہدہ کیا ہے۔ نچلے طبقے کے افراد اُن کی چھوٹی چھوٹی خواہشوں، محبتوں، دکھ درد اور مصیبتوں کی سچی نرم، لطیف اور ہمدردانہ پیش کش میں آپ کا ماہرانہ انداز ملتا ہے۔ سرمایہ دار، جاگیر دار لوگ اور اُن کی منفی سوچ ان کے طور طریقے، نچلے طبقے کے ساتھ ان کا رویہ ایسے موضوعات کے متعلق افسانہ نگار کے افسانے "تماشہ"، "آخری گاڑی" اور چکا چوند ایسے افسانے ہیں جن میں غریب لوگوں کے زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ افسانہ نگار نے "چوک" افسانے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میں منافق سیاستدانوں کو بے نقاب کیا ہے جو اپنے جھوٹے وعدوں سے عوام کو بے وقوف بنا کر اُن سے اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

جدید افسانے میں ترقی پسند موضوعات کو فنی اور اسلوبیاتی کمالات کے ساتھ ڈاکٹر اویس قرنی نے جس طرح پیش کیا ہے۔ ایسی انفرادیت کسی اور کے ہاں نہیں ملتی۔ افسانوی مجموعے "اگلی بار" کے افسانے "ایک ہی دن کا قصہ"، "ادھورا کالم"، "رات کی راکھ میں" ترقی پسند رجحان کے موضوع پر ہیں۔

افسانہ نگار سید ماجد شاہ کے افسانوی مجموعوں کی کہانیاں بھی زیادہ تر ترقی پسندانہ نظریات پر مبنی ہیں۔ آپ نے افسانوں میں استحصال کی مختلف صورتوں یعنی معاشی و معاشرتی استحصال، کمزور اور مفلوک الحال لوگوں کا استحصال اور جنسی استحصال واضح کی ہے افسانہ "صبورہ" [۲] معاشرے کے چودھریوں، سائیوں، وڈیروں اور خانوں کے ظالمانہ اور سامراجی نظام کے خلاف کہانی ہے۔ اس میں آپ نے جاگیردارانہ ذہنیت کی عکاسی کی ہے۔

مشرف تمیز ربانی اپنے قلم سے سماج کی بعض عادتوں اور رویوں میں تبدیلی لانے کی خواہاں ہیں ترقی پسندی سے تو مراد غریبوں کی حمایت میں آواز اُٹھانا ہے۔ قدیم کو جدید سے تبدیل کرنا اور جاگیردارانہ اور سرمایہ درانہ نظام کے خلاف آواز اُٹھانا ہے لیکن افسانہ نگار مشرف تمیز ربانی کے ہاں ہمیں رویوں، عادتوں اور رسوم و رواج میں تغیر پسندی محسوس ہوتی ہے۔

خیبر پختون خوا کے جدید افسانہ نگاروں میں مس ثروت وہاب ایک انوکھے انداز سے کہانیاں لکھتی رہی ہیں۔ آپ کا افسانوی مجموعہ "خواب جب ٹوٹتے ہیں" منظرِ عام پر آیا ہے۔ آپ معاشرے میں مثبت اقدار کی خواہاں ہیں۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں ظلم و ناانصافی نہ ہو، غریبوں کا استحصال نہ ہو اور معاشرے کے تمام لوگوں کو یکساں حقوق حاصل ہو۔ آپ کے افسانوں میں داخلی احساسات کے ساتھ مختلف انسانی رویوں کی نشاندہی بھی ملتی ہے۔

راجہ ریاض الرحمٰن معاشرے کے ہر پہلو پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں۔ وہ بھی معاشرے میں انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ ترقی پسندی آپ کا بھی پسندیدہ موضوع ہے۔ مشرف مبشر کے ہاں بھی سماج کے نچلے اور ادنیٰ طبقے کے مسائل کی عکاسی حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ کے افسانوں کا ہر کردار سماج کا ایک چلتا پھرتا فرد معلوم ہوتا ہے۔ متوسط طبقے کے مسائل بیان کرتے ہوئے اِس میں اتنی جاذبیت ہے کہ قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ترقی پسند افسانہ نگاروں نے حکومتی احکامات کے خلاف جب بھی بغاوت کا علم اُٹھایا تو اِن پر طرح طرح کی قدغن لگائے گئے۔ افسانہ نگاروں نے اِن قدغنوں سے بچنے کے لیے اور قاری کو اپنی بات پہنچانے کے لیے علامت

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

نگاری کا سہارا لیا۔اور ادبی سطح پر مقتدر طبقوں کے اِستحصالی رویوں کا اِظہار علامتی انداز میں کرنے لگے۔یہی انداز یوسف عزیز زاہد کے ہاں بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔آپ نے اپنی کہانیوں ''سُرمہ''اور''خبر''میں علامتوں سے ظالمانہ نظام کے خلاف علم بلند کیا ہے۔

خیبر پختون کے افسانہ نگاروں یوسف عزیز زاہد اور اقبال ندیم نے طبقاتی تفریق کی عکاسی بھی بڑے دلکش انداز میں کی ہے۔دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے سماج میں طبقاتی تفریق روز بروز بڑھ رہی ہے۔اس سماجی تفریق کی وجہ سے اگر ایک طرف سماج میں لوگوں کی زندگیاں متاثر ہو رہی ہے تو دوسری طرف لوگوں کے روئیوں پر بھی اِس کے خطرناک اثرات پڑ رہے ہیں۔مذکورہ افسانہ نگاروں نے اپنی کہانیوں طبقاتی نظام کے خلاف لوگوں کو شعور دینے کی کوشش کی ہے۔

افسانہ نگار گلشاد انصاری نے اپنے افسانوی مجموعے'' دُخترِ چترال'' میں عورتوں کے مسائل کی خوب عکاسی کی ہے۔وہ عورتوں کے مسائل کا بخوبی اِحاطہ کرتی ہے اور عورتوں کو جتنے مسائل کا سامنا ہے اُن کو حل کرنے کی تدابیر بھی پیش کرتی ہے۔اقتصادی حوالے سے کمزور اور دولت کی کمی کی وجہ سے یہاں کی عورتوں کو بہت ظلم و ستم برداشت کرنا پڑتا ہے۔یہاں کے لوگ زیادہ تر شادی کے معاملے میں عورتوں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے۔۔ ۔ایک تو عورت کی رسمی شادی ہوتی ہے اور اِک شادی وہی جس میں آپ لڑکی کو خرید کر شادی کرتے ہیں اور نوعیت کی ہوتی ہے۔

افسانہ نگار نے اِس نِظام کے خلاف آواز اُٹھائی ہے۔فاضل مصنفہ نے اِسی معاشرے کی خواندہ عورتوں سے اِس رسم کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔آپ کردار کی زبان سے اِس بیہودہ رسم کو ختم کرنے کے متعلق لکھتی ہے:

> '' خالہ جان یہ کیا مصیبت ہے۔کیا آپ بینش کی شادی کر رہی ہیں؟یا اِسے بیچ رہی ہیں؟ چالیس ہزار کوئی معمولی رقم تو نہیں ہے۔اِتنی بھاری رقم کا بندوبست وہ لوگ کیسے کریں گے،یہ تو ظلم ہے سراسر ناانصافی ہے خالہ!اب ہم مزید آپ لوگوں کے ناپید رسوم کے بھینٹ نہیں چڑھیں گے۔۔ ہم بیٹیاں کوئی جانور نہیں ہیں جن کا آپ سودا کرتے ہیں''۔(۷)

حمزہ حسن شیخ خیبر پختون خوا کے ایک بہترین افسانہ نگار ہیں۔ان کے افسانوں میں سماجی حقیقت نگاری کی عکاسی بہترین صورت میں نظر آتی ہے۔غریب اور مظلوم طبقے کی مشکلات کی عکاسی کی بدولت ترقی پسندانہ رجحانات

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کی عکاسی بڑے واضح انداز میں ملتی ہے۔ حمزہ حسن شیخ نے سماج میں غریبوں کے اِستحصال کو جس صورت میں دیکھا اُس کو مِن وعن ویسے ہی بیان کیا۔ اور اس بیان میں ایسی نفاست اور سادگی پیدا کی ہے کہ قاری کو اس میں کسی قسم کی بناوٹ اور مصنوعیت نظر نہیں آتی۔ ایک بہترین ترقی پسند ادیب کی خوبی بھی یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ ترقی پسندانہ رجحانات کی عکاسی اِس انداز میں کرے کہ لوگوں پر اس کے دور رس اثرات مرتب ہو جائیں۔

افسانہ نگار ساجد خان ہزارہ خطے کے نامور افسانہ نگار ہیں۔ آپ کے افسانوی مجموعوں '' دائرے کا اسیر ''اور'' مجھے روشنی چاہیے'' کے زیادہ تر افسانے ترقی پسند رجحانات پر مبنی ہیں۔ آپ نے بڑی عمدگی اور شائستگی کے ساتھ ترقی پسند تحریک کے نظریات اور رجحانات کو اُجاگر کیا ہے۔ سماجی اور حکومتی سطح پر غریبوں کی حق تلفی جس انداز میں ہوتی ہے اس کا بیان آپ کے ہاں نظر آتا ہے۔

افسانہ نگار محمد فیاض عزیز کے افسانے سماجی اور معاشرتی اقدار اور فرد کے داخلی اور خارجی جذبات کے عکاس ہیں۔ ان افسانوں میں جہاں اُردو ادب کی دیگر تحریکوں کی جھلک واضح طور پر نظر آتی ہے وہیں ترقی پسند تحریک اور ترقی پسندانہ رجحانات کی عکاسی بھی واضح انداز میں نظر آتی ہے۔ محمد فیاض عزیز کے افسانوی مجموعہ '' جھیل کنارے'' میں شامل بیشتر افسانے ترقی پسند رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں۔ محمد فیاض عزیز نے اپنے افسانوں میں غریبوں پر ہونے والے جبر کے خلاف نہ صرف آواز بلند کی ہے بلکہ سماجی سطح پر پائی جانی والی بے حسی پر نکتہ چینی کر کے سماجی اصلاح کی بھی کوشش کی ہے۔ موجودہ دور میں مادیت پرستی کی وبا نے ہر طبقے اور ہر مکتب فکر کو متاثر کیا ہے ۔مال و دولت کے حصول نے ہر ادارے اور ہر چیز کو کمرشلائز کیا ہوا ہے۔ محمد فیاض عزیز نے اپنے افسانے میں سماجی سطح پر ہونے والے اجتماعی اور انفرادی طریقہ استحصال کو موضوع بحث بنایا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ غریبوں کا معاشی، مالی اور جسمانی استحصال کرنے والا طبقہ ختم نہیں ہوا ہے بلکہ اُس نے اپنی صورت اور طریق تبدیل کر دیا ہے اور آج سیاست، مذہب، قومیت اور ملکی مفاد کے نام پر لوگوں کا استحصال جاری رکھے ہوئے ہیں۔ محمد فیاض عزیز اپنے افسانے ''خدا کے دربار میں'' میں بھی ترقی پسند رجحانات کی عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

> ''یہاں ملک کی ساری دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہے اور قوم کے سارے وسائل پر چند خاندانوں کا قبضہ ہے جنہوں نے زندگی کی ہر آسائش کو اپنے تصرف میں کر رکھا ہے''۔(۸)

محمد فیاض عزیز نے غریبوں پر ہونے والے ظلم اور استحصال کی عکاسی کر کے اس پسے ہوئے طبقے کو اپنے حق کے حصول پر اُکسایا ہے اور ملک کے بااثر اور امیر طبقے سے اپنا حق وصول کرنے کا درس دیا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اِن مذکورہ افسانہ نگاروں کے علاوہ اور افسانہ نگار بھی ہیں جنہوں نے خیبر پختون خوا کے افسانوی ادب میں ترقی پسندانہ رجحانات سے دولت کی غیر مساویانہ تقسیم سے پیدا ہونے والی طبقاتی تفریق اور استحصالی طبقوں کے ظالمانہ نظام کے خلاف عوام میں شعور پیدا کی ہے۔اِن میں محمود شوکت، اجمل بصر، جعفر محمود قریشی، عصمت بی بی، رُخسانہ جاوید، فریدہ نور، ذکیہ سلطان، اسلم جدون، گل چہرہ، مریم حضور احمد، طلعت اِمتیاز نقوی، فریدہ نواز، محمد ضیاء الدین، خلش آفریدی، نسرین عباسی، احمد سروش، سید نعمان، اِحسان بلوچ، عمران شاہد، پروفیسر پرویز رستم، یحیٰی خالد، پروفیسر عبدالحئی، پروفیسر محمد علی بخاری، عظمت ہمامجاز، سلیم راز، جمال ملک، روبینہ قمر، جان عالم، ناہید غزل، محمد حمید ناظر، خوشحال ناظر، خورشید ربانی، وجاہت علی، خواجہ تنویر علوی، عجب خان، جاوید بخاری، محمد ایاز غزل ، شہزاد میر، شاہد انور شیرازی وغیرہ شامل ہیں۔

خیبر پختون خوا کے اُردو افسانہ نگاروں کی تخلیقات میں خاص بات یہ ہے کہ ان کے ہاں بناوٹ، خیالی اور ناقابل فہم موضوعات کا بیان نہیں ملتا بلکہ سماج کی جیتی جاگتی تصویر نظر آتی ہے۔بیشتر افسانہ نگاروں کے ہاں حقیقت پسندانہ رجحانات کی عکاسی ملتی ہے۔حقیقت نگاری کی یہی جھلک ترقی پسندانہ رجحانات کی عکاسی کی صورت میں بھی نظر آتی ہے۔ یہاں کا زمیندار طبقہ جس طرح کاشتکاروں کا استحصال کرتا ہے اور سیاست کے بازیگر اپنی چکنی چپڑی باتوں سے جس طرح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور پھر اُن کے حقوق کو سلب کرکے اُن کا استحصال کرتے ہیں تو ان باتوں کی جھلک بھی اس عہد کے افسانہ نگاروں کے ہاں بڑے دلکش اور دل نشین انداز میں نظر آتی ہے ۔ جدید افسانہ لکھنے والوں کے ہاں ترقی پسندانہ رجحانات کی عکاسی واضح انداز میں نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

۱. انور سدید، ڈاکٹر، "اردو ادب کی تحریکیں"، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، ۲۰۱۳، ص ۲۶

۲. مرزا، ڈاکٹر، حامد بیگ ، " اُردو افسانے کی روایت"، ۱۹۰۳ء سے ۱۹۹۰ء تک ، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ص ۶۸

۳. احمد پراچہ، سرحد کے ادب میں خواتین کا کردار ، مشمولہ، "خیابان"، ششماہی، تحقیقی مجلہ، شعبہ اُردو، جامعہ پشاور

۴. انور خواجہ، "پیکار"، الرزاق پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۳

۵. محبت خان بنگش، " کانچ کی چوڑیاں" ، ادارہ علم وادب، کوہاٹ، ۱۹۹۹ء ص ۲۳

٦. سید ماجد شاہ، "ق"، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ٢٠١٦ء
٧. گلشاد انصاری، "دُخترِ چترال"، گولڈن پرنٹنگ پریس، پشاور، ١٩٩٥ء، ص ٤٠۔٤١
٨. محمد فیاض عزیز، "جھیل کنارے"، قلم دوست پبلشرز، راولپنڈی، ٢٠٠٦ء، ص ٢٦